تحریر : ڈاکٹر سید مبین اختر

کالم : ذہن کی دنیا

ذہنی مریضوں کی شادی کریں یا نہ کریں

(سچی کہانی فرضی نام کے ساتھ)

آج بھی ہر روز کی طرح ایک کے بعد دوسرا مریض ہسپتال میں اپنے عزیز واقارب کے ساتھ داخل ہورہا تھا کہ اس بار جو مریض آیا اسے کئی لوگ پکڑ کر لائے ، اس کے رویے میں تشدد اور جارحیت بہت بڑھی ہوئی تھی اس نے گھر میں سب کو پریشان کر دیا تھا، کسی کی کوئی بات نہ ماننا اپنا حکم چلانا، اور نہ ماننے پر چیزیں توڑ ڈالنا، مار پیٹ کرنا برا بھلا کہنا اس کا معمول بن گیا تھا اس کی بگڑی ہوئی کیفیت کو دیکھتے ہوئے اہلِ خانہ اسے زبردستی پکڑ کر ہسپتال لائے۔

۲۸ سالہ جمشید کو اپنے رویئے کا کوئی احساس تھا ہی نہیں، وہ حلیے سے بھی بے پرواتھا، داڑھی اور سر کے بال بے ترتیبی سے بڑھے ہوئے تھے، اس کا لباس بھی مسلا ہوا اور میلا تھا۔ مگر وہ اپنی ذات میں گم ٹیلیفون کا ریسیور ہاتھ میں لئے لوگوں کو حکم دیتا رہتا کہ فلاں کو اٹھوا دو اور فلاں کو قتل کروا دو، اس طرح محو گفتگو تھا جیسے کہ بہت سے لوگ اس کی باتیں سن رہے ہیں اور اس کے حکم کے انتظار میں ہیں۔ حالانکہ حقیقت کچھ بھی نہ تھی۔ اسے شک بھی تھا کہ لوگ اس کے خلاف سرگرم ہیں، اس پر جادو کر رہے ہیں۔ اسے نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ وہ رات کو اٹھ کر چکر لگاتا اور اپنے خیالی دشمنوں کو تلاش کرتا، ایک سب سے بڑا مسئلہ یہ بھی تھا کہ وہ اپنی ماں سے بڑی رقم کا مطالبہ بھی کرتا رہتا، اس طرح گھر والوں کے معاشی مسائل میں اضافہ ہوتا، جو شخص کچھ کما کر نہ دے اسے بڑی رقم دینا ممکن نہیں ہوتا، یہ بات ذہنی مریضوں کی سمجھ میں نہیں آتی وہ تو چاہتے ہیں کہ جس طرح کہیں سب ویسا ہی کریں، اس طرح ان کا اپنا نقصان ہوتا ہے، ہی گھر والے بھی پریشانی سے بچ نہیں پاتے۔

جمشید کے بھائی نے بتایا کہ یہ شروع ہی سے غصے کے تیز ہیں، بچپن میں ان کی کوئی بات نہ مانی جاتی تو اپنے سامنے پڑی کوئی بھی چیز اٹھا کر پھینک دیتے تھے۔ شادی کے بعد بیوی سے جھگڑا شروع ہوگیا۔ ہر وقت غصہ کرتے اور اپنی باتیں منواتے تھے، انہی مشکل

حالات میں بیس سال گزر گئے۔ پھر بیچاری بدقسمت عورت نے خلع لے لیا، اب یہ اکیلے رہتے ہیں اور پرانی باتیں یاد کر کے روتے ہیں۔

ان کے بچپن کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں تو معلوم ہوا یہ ذہنی کمزور بھی تھے، اسکول میں داخل کروایا تو سارا دن خالی بیٹھے رہتے، اپنا بستہ تک نہ کھولتے۔ دوسری، اور تیسری جماعت تک گھر والوں نے برداشت کیا اور اسکول بھیجنے کی پوری کوشش کی، لیکن جمشید بالکل بھی نہ پڑھ پائے اور اسکول جانا چھوڑ دیا۔ کچھ بڑے ہوئے تو بھائی نے اپنے ساتھ کاروبار میں شامل کرنے کی کوشش کی لیکن ان کا دکان پر گاہکوں سے جھگڑا شروع ہوگیا۔ تمام تفصیلات جاننے کے بعد بیماری کی تشخیص کی گئی، انہیں شدید ذہنی مرض مالیخولیا (Schizophrenia) تشخیص کیا گیا۔ ان کی بیوی اپنے والدین کے گھر سات بچوں کے ساتھ رہ رہی تھیں، وہاں انہیں جس طرح کے مسائل سے گزرنا پڑا وہی جانتی ہیں، شدید ذہنی مریضوں کی شادی کا کچھ ایسا ہی انجام ہوتا ہے، ہمارے معاشرے کے لوگوں میں یہ غلط تصور عام ہے کہ شادی کر دینے سے ذہنی مرض ٹھیک ہو جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ شادی کی کامیابی کا انحصار ذہنی صحت پر ہے، اگر ذہنی مرض کا حملہ ہو اور بروقت علاج کروالیا جائے تو مرض کے آرام آنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، مکمل طور پر نجات بھی مل سکتی ہے۔ ایسے لوگوں کی شادی معالج کے مشورے سے کی جاسکتی ہے۔ لیکن اگر مرض شدید ہو اہل خانہ خود پریشان ہوں تو ان حالات میں شادی کر دینا ایک اور زندگی کو خراب کرنا ہے۔ بچوں کی زندگی بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی، ذہنی مریض اپنا ہی خیال نہیں رکھ پاتے تو بچوں کی طرف توجہ کہاں دے سکتے ہیں۔ جس طرح جمشید اپنے اور اہل خانہ کے لیے خطرہ بنے ہوئے تھے۔ ابتدا میں ان کے علاج کی طرف بالکل توجہ نہ دی گئی بیماری خطرناک حد تک بڑھ گئی اور انہیں اپنے اردگرد تک کا ہوش نہیں رہا تو ہسپتال لایا گیا۔

اپنے مسائل اور ذہنی امراض کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر خط لکھیں:

کراچی نفسیاتی ہسپتال، ناظم آباد نمبر 3، کراچی